یہ کتاب بضخامت کمتر سہی مگر بقیمت بہتر ہونے میں شبہ نہیں۔ اس کے شروع میں حکومت اور مملکت کی تعریف اور ان کا باہمی فرق۔ حکومت کے اقسام وغیرہ بتاکر پارلیمنٹری نظامِ حکومت پر بحث کی گئی ہے۔ اور اس نظام کے مختلف اداروں، ان کے طریقہائے کار پھر مختلف ممالک میں پارلیمنٹری نظاموں کا باہمی فرق۔ یہ سب چیزیں سہل اور آسان زبان میں بیان کی گئی ہیں۔ شروع میں دو نقشے ہیں ایک طرزِ حکومت کے اعتبار سے جدید مملکتوں کا نقشہ ہے اور دوسرا پارلیمانی حکومتوں کا اجمالی خاکہ ہے۔ اردو زبان میں سیاست کی صحیح معلومات پر کتابوں کی شدید ضرورت ہے اس کتاب کو اس سلسلہ کی ایک مختصر سی کڑی سمجھنا چاہئے۔

نئی زندگی | تقطیع کلاں ضخامت ۲۰۸ صفحات کتابت وطباعت عمدہ قیمت عہر
پتہ:۔ دفتر نئی زندگی الہ آباد

نئی زندگی کے نام سے الہ آباد سے سیاسی رسالہ شائع ہوتا ہے زیرِ تبصرہ نمبر اس کا ۱۹۴۴ء کا سالنامہ ہے جو متفرق ابواب پر تقسیم ہے۔ پہلے باب "موجودہ جمود کیسے حل ہو" میں ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں کے ممتاز ارباب فکر ورائے نے اپنے اپنے جماعتی نقطۂ نظر کے ماتحت یہ بتایا ہے کہ ہندوستان کا موجودہ جمود ان کی رائے میں کیونکر دور کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے باب کا عنوان "مسئلہ پاکستان اور حق خود ارادیت" ہے اس میں سب سے اچھا مضمون ہمارے نزدیک مولانا طفیل احمد صاحب کا ہے جس میں انھوں نے کسی جماعتی عصبیت کے بغیر ۱۶۰۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہندوستان میں قیام سے لیکر اب تک کے حالات کا بڑی سنجیدگی اور تعمقِ نظر سے جائزہ لیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ ملک کی آزادی میں سب سے بڑی رکاوٹ جداگانہ انتخاب ہے۔ مولانا کانگریس کو ہندوستان کی مشترکہ اور سب سے بڑی علمی اور سیاسی جماعت مانتے ہیں لیکن کھادی کی تحریک اور ستیہ گرہ (غالباً اس سے مراد عدم تشدد ہے) ان دونوں کے مخالف ہیں۔ مولانا کی رائے میں ہندوستان کو صنعتی اور فوجی اعتبار سے ترقی دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مشین کا بائیکاٹ کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ مشین کا استعمال کیا جائے۔ اسی طرح اہنسا کے اصول پر عمل پیرا ہونے کی بجائے یہ ضروری ہے کہ ہندوستانی زیادہ سے زیادہ فوجی تعلیم وتربیت حاصل کریں۔ اس باب کے بقیہ مضامین میں مسلمانوں کے مطالبۂ پاکستان پر بحث کی گئی ہے کہ اس مطالبہ

کی بنیاد کن چیزوں پر ہے اور وہ چیزیں کس حد تک معقول اور درست ہیں۔ دوسرا باب قومی زبان کے مضامین کے لئے وقف ہے اس میں پروفیسر محمد اجمل صاحب کا مقالہ زیادہ واضح اور مدلل ہے۔ اگرچہ ہمیں خود اس سے اتفاق نہیں ہے کہ ہماری زبان کا رسم الخط رومن ہونا چاہیئے۔ چوتھا باب اتحاد عرب پر ہے جس میں صرف ایک مضمون عبدالرحمٰن صاحب صدیقی کا ہے۔ صدیقی صاحب نے یہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ عربی وفاق درحقیقت مدبرین فرنگ کی ایک چال ہے جس سے خدا کرے عرب کے لوگ محفوظ رہیں۔ پانچویں باب کا بھی صرف ایک مضمون ہے اور اس کا عنوان ہے ہندو تہذیب۔ چھٹے باب میں "اسلامی کلچر" آصف فیضی کا مقالہ بہت طویل ہے جس کا صرف ایک باب اس اشاعت میں چھپ سکا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق کوئی رائے نہیں دی جا سکتی البتہ اس قسط میں بعض غلطیاں رہ گئی ہیں ان کی تصحیح کر لینی چاہیئے۔ صفحہ ۸ پر ہے "علیؓ خلیفہ اسلام نے دنیا اور اس کی دلربائی کو تین بار طلاق دی" یہ بیان صحیح نہیں ہے حضرت علیؓ نے نہیں بلکہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے دنیا کو تین بار طلاق دی تھی۔ پھر اس صفحہ پر مکتی (نجات) کے متعلق مسیحی حل اور اسلامی حل کو قریب قریب یکساں بتانا بھی صحیح نہیں ہے، دونوں میں درحقیقت نجات کے بنیادی تصور کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے۔ ہمایوں کبیر صاحب نے تاریخ ہند کی ایک جھلک میں اس مارکسی نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مناقشے اور جھگڑے دراصل مادی اسباب کی بنا پر ہوتے ہیں اور ان میں مذہبی یا تمدنی عناصر کی مداخلت محض اتفاقی اور عارضی حیثیت رکھتی ہے چنانچہ لائق مقالہ نگار کے نزدیک آٹھویں صدی عیسوی میں سندھ پر عربوں کا حملہ محض تجارتی مقصد کے لئے تھا اسی طرح سنہ ۱۰۰۰ء میں محمود غزنوی کی ہندوستان پر تاخت یہاں کی دولت سمیٹنے کے لئے تھی۔ پھر جو افغان درۂ خیبر کے راستہ سے ہندوستان میں آئے تو ان کی آمد کا مقصد بھی اقتصادی ہی تھا لیکن افسوس ہے ہمایوں کبیر صاحب نے اپنے ان دعاوی کو ثابت کرنے کے لئے کچھ معقول دلائل پیش نہیں کئے۔ ان امور کا فیصلہ تو ان زمانوں کی مستند تاریخوں کی روشنی میں ہی ہو سکتا ہے اور متعدد اہل قلم اس پر کافی روشنی ڈال بھی چکے ہیں۔ متفرق مضامین میں مولانا شبلی از سید ریاست علی صاحب ندوی۔ عہد اکبری میں سنسکرت کتب اور فارسی تراجم از ڈاکٹر عبداللہ چغتائی اور نئی تنظیم و اعلیٰ تعلیم از ڈاکٹر رضی الدین صدیقی بھی مفید و پر از معلومات اور قابل مطالعہ مضامین ہیں۔